رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

ہفتہ وار

الحکم

قادیان

چہ گویم باتو کر آئی چہادر قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

دورِ جدید

The ALHAKAM QADIAN

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
مجاہد مصری

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے ...
امرا و رؤسا سے ...
معاونین سے ...
عوام سے ...
ممالک غیر سے ...

قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ ر ۱۴ ر ۲۱ ر ۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

جلد ۳۹ | ۱۶/۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۷/۲۸ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء | یوم سہ شنبہ | نمبر ۱۸-۱۹

میری اپیل اور اسکا جواب

الحکم کے متعلق میں نے جو اپیل شائع کیا ہے۔ اس کے متعلق ابھی میں اس قابل نہیں ہوں کہ بتا سکوں کہ احباب نے اسے کس رنگ میں پڑھا ہے۔ اور وہ اس کا کیا جواب دے رہے ہیں۔ تاہم میں سمجھتا ہوں۔ کہ انشاء اللہ العزیز وہ صدائے صحرا ثابت نہ ہوگی۔

عزیز معاصر الفضل نے جس اخلاص اور درد دل سے اسے شائع کیا ہے میں اس کے لئے شکر گزار ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے میرے اظہار شکر گزاری کے جذبات سے بالاتر ہو کر اسے شائع کیا ہے۔ مگر میں اسے محبت و اخلاص کے جذبات سے دیکھتا ہوں۔ اور یہ بھی اپیل کے مؤثر بنانے کا ایک طریق ہے۔ کہ الفضل کے ہزارہا قارئین کی نظر تک وہ پہونچے۔

پھر اس سلسلہ میں سب سے پہلی آواز جو اعانت الحکم کے لئے مجھ تک پہونچی ہے وہ عزیز مکرم

ڈاکٹر عطر دین صاحب کی ہے

ڈاکٹر عطر دین کو میں بچپن سے جانتا ہوں۔ جبکہ وہ قادیان میں پڑھتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ سلسلہ کی مالی تحریکوں میں وہ کبھی پیچھے نہیں رہتے۔ بعض اوقات اپنی حیثیت سے بڑھ کر بھی دیدیتے ہیں۔ ہاں وہ تحریک کے محتاج رہتے ہیں۔ انہوں نے اس اپیل پر اپنے تاثرات لکھے ہیں اور

دس روپیہ کی اعانت پیش کی ہے

اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور خدمت سلسلہ کے لئے بیش از بیش توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

میں ابھی تک اپنے مخصوص احباب اور معاونین و انصار کو کچھ نہیں کہوں گا۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ جب بھی اور جو کچھ بھی ان کو کہا جائے گا وہ الحکم کے بقاء کے لئے کرنے کو تیار ہونگے۔ ایسے دوستوں میں سے میں بابو عبدالرحمان صاحب امیر جماعت انبالہ کا نام لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہیں الحکم سے اس قدر محبت ہے۔ کہ وہ سال میں اس کے ایک پرچہ کو بھی پیش قیمت سمجھا کرتے ہیں۔ یہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت و عشق کا ایک کرشمہ ہے۔

اپیل میں میرے مخاطب زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ہیں۔ وہ اس نعمت اور متاع کی حقیقی قیمت کو سمجھتے ہیں۔ میں اس مخصوص میں اپنے ایک نہایت ہی عزیز اور معزز بھائی کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ انہیں یاد ہوگا کہ دو سال پیشتر جبکہ الحکم کا دور جدید شروع تھا اور ہر طرف سے اس پر محبت و اخلاص کے پھول برسائے جا رہے تھے۔ عین ان ایام میں میری محترمہ محسنہ اور ان کی بیگم صاحبہ نے الحکم کی اس اپیل کے متعلق ایک رؤیا دیکھی تھی۔ نہ میرے خیال میں تھا نہ وہ وہم کر سکتے تھے۔ کہ میں کوئی ایسا اپیل شائع کرونگا۔ لیکن دو سال نہیں قریباً تین سال گزرنے کو ہوئے کہ مجھے اس اپیل کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں اپنی معرفت کے ذوق پر کہتا ہوں کہ یہ انکے لئے ایک غیبی اشارہ تھا۔ کہ الحکم کی اعانت میں قدم آگے بڑھانا۔ میں اس کی صراحت نہیں کرونگا مجھے ان سے محبت ہی نہیں۔ میرے دل میں ان کا احترام ہے۔ اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ ان کو الحکم سے تو محبت تو ہے ہی اس نیازمند کے ساتھ بھی انکے جذبات محبت و اخلاص کے زمانہ دراز سے ہیں ہر حال میں اپنے دوستوں کو پکارتا ہوں۔ کہ وہ اس جھنڈے کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی ایام میں بلند کیا گیا تھا لہراتے رکھنے میں میرے معین ہوں۔ اور میں تو انشاء اللہ انتہائی کوشش سے اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس کو کسی نہ کسی رنگ میں لہرائے رکھونگا۔ وباللہ التوفیق۔

جن دوستوں کے ذمہ الحکم کا بقایا ہے وہ تقاضوں کے بغیر خود بخود بھیجدیں۔ اور جو صاحب پیشگی قیمت دینا نہیں چاہتے وہ بے تکلف لکھدیں کہ اخبار انکے نام بند کر دیا جائے یہ درست نہیں کہ اخبار لیتے رہیں اور وقت پر قیمت نہ دیں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ احباب توجہ فرمائیں گے اور اپنے خادم قدیم کا ہاتھ بٹانے میں خوشی محسوس کریں گے۔

(عرفانی)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اچھوتی تحریریں

(پرانے مسودات میں سے)

الحکم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت سی اچھوتی اور نادر تحریریں شائع کر چکا ہے۔ اور جب بھی اسے موقعہ ملتا ہے وہ قارئین الحکم کے سامنے یہ نایاب ذخیرہ پیش کر دیتا ہے۔ آج کی اشاعت میں ایک نہایت قیمتی تحفہ پیش کرتا ہوں۔ (عرفانی)

(۱)

"مذہب"

یہ بات ظاہر ہے کہ کسی مذہب کی درحقیقت خوبی ایک ہی ہے۔ کہ وہ اپنے ہر ایک پہلو اور مبادی اور مقاصد میں کامل ہو۔ اور ہر ایک پہلو سے فرقانِ اعظم ہونے سے حق اور باطل میں ایک کامل اور محیط طور پر فرق کر کے دکھلاتا ہو۔ اور اور خیر و شر میں پوری پوری تمیز قائم کرتا ہو۔ اور پھر اپنے کمال ذاتی کی وجہ سے حق کے طالب کو حقیقی سچائی کی طرف جو علم صحیح اور عمل صالح کے رنگ میں ہو کھینچ سکتا ہو۔ لیکن حقائق مذہبیہ کے ایسے بڑے دو حصے جن کی طرف حق یا باطل منسوب ہو سکتا ہو حصر عقلی کے رو سے دو ہی ہیں۔

(۱) ایک خدا اور اس کی صفات کے متعلق۔

(۲) دوسرے نوع انسان اور ان کی راستبازی یا ناراستی کے متعلق۔ پس ان ہر دو حصوں کے بارے میں وہ مذہب فرقان اعظم کے لقب کا حقدار ہے۔ جو ان دونو تعلیموں کو نہ صرف صحیح صحیح طور پر بیان کرے بلکہ ان کی صحت پر خدا کی فعلی شریعت کی شہادتیں لا کر دلوں کو مطمئن اور تسلی یاب بھی کر دیوے۔

(۲)

"مذہب کے سات مفہوم"

جاننا چاہیئے کہ جس مفہوم کو ایک پہلو کے اعتبار سے مذہب کہتے ہیں، اسی مفہوم کو دوسرے پہلو کے لحاظ سے شریعت بھی کہتے ہیں۔ اور تیسرے پہلو کے لحاظ سے اس کا نام صراط بھی ہے۔ اور چوتھے پہلو کے لحاظ سے اس کو دین بھی بولتے ہیں۔ اور پانچویں پر نظر رکھ کر وہ ملت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ اور چھٹے پہلو کے رو سے اس کا نام مشرب بھی ہے۔ اور ساتویں پہلو کی وجہ سے وہ نحلہ کے نام سے نامزد ہے سو درحقیقت ایک مذہب اپنی خوبیوں کی وجہ سے تب ہی کامل کہلائے گا۔ جبکہ وہ ان ساتوں ناموں کے لحاظ سے اپنے اندر سات قسم کی خوبیاں رکھتا ہو۔ کیونکہ جب کہ اس کو واضع حقیقی کی طرف سے سات لقب ملے ہیں۔ اور وہ لقب ابتدائے دنیا سے چلے آتے ہیں۔ تو یہ پختہ دلیل اس بات پر ہے۔ کہ ایک کامل مذہب کا کمال ان سات لقبوں کے مفہوم کی تحقیق پر موقوف ہے۔

(انشاء اللہ آئندہ ان سات خوبیوں کا ذکر ہوگا۔ عرفانی)

(بقیہ صفحہ ۸ سے آگے)

بلکہ فطرت کا ایک طبعی خاصہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ یہاں مما رزقناھم ینفقون عام ہے۔ اس سے کوئی خاص شئے روپیہ یا روٹی کپڑا مراد نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ اللہ تعالے نے عطا فرمایا ہے۔ اس میں سے کچھ نہ کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں۔

(انفاق کی دو صورتیں)

غرض یہ انفاق عام انفاق ہے۔ اور اس کے لئے مسلمان یا غیر مسلمان کی بھی شرط نہیں اور اس لئے یہ انفاق دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک فطرتی دوسرا زیر اثر نبوت۔ فطرتی تو وہی ہے۔ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ کہ تم میں کون ہے اگر قیدی یا بھوکا آدمی جو کئی روز سے بھوکا یا ننگا ہو آ کر سوال کرے اور تم اسے کچھ نہ کچھ دے نہ دو۔ کیونکہ یہ امر فطرت میں داخل ہے اور یہ بھی میں نے بتا دیا ہے کہ مما رزقناھم روپیہ پیسہ سے مخصوص نہیں۔ خواہ جسمانی ہو یا علمی سب اس میں داخل ہے۔ جو علم سے دیتا ہے وہ بھی اس کے ماتحت ہے۔ مال سے دیتا ہے وہ بھی داخل ہے۔ طبیب ہے وہ بھی داخل ہے۔ مگر ھدًی للمتقین ابھی تک اس مقام تک نہیں پہونچا جہاں قرآن شریف اسے لے جانا چاہتا ہے۔ اور وہ وہ مقام ہے کہ انسان اپنی زندگی ہی خدا تعالے کے لئے وقف کر دے۔ اور للّٰہی وقف کہلاتا ہے۔

(للّٰہی وقف)

اس حالت اور مقام پر جب ایک شخص پہونچتا ہے۔ تو اس میں مما رہتا ہی نہیں کیونکہ جب وہ مما کی حد کے اندر ہے اس وقت تک وہ ناقص ہے۔ اور اس علت غائی تک نہیں پہونچا جو قرآن مجید کی ہے لیکن کامل اسی وقت ہوتا ہے جب یہ حد نہ رہے۔ اور اس کا وجود اس کا ہر فعل ہر حرکت و سکون محض اللہ تعالے کے حکم اور اذن کے ماتحت بنی نوع کی بھلائی کے لئے وقف نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ مما رزقناھم ینفقون کا کمال یہی ہے جو ھدًی للمتقین کے منشاء کے موافق ہے۔

خریدار الحکم توجہ فرماویں!

(۱) تمام ایسے دوستوں کے نام وی۔پی جاری کئے جا رہے ہیں جنکا بقایا ۱۹۳۵ء کا قابل وصول ہے۔

(۲) ان میں بعض دوستوں نے الحکم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ وہ ایسا کمر شکن ہے۔ کہ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں ان کے متعلق کیا طریق اختیار کروں۔ الحکم کی اپیل پر بھی جسقدر توجہ ہوئی ہے وہ بھی اس قابل نہیں کہ اس کا ذکر کیا جاوے۔

(۳) بعض دوستوں نے تو یہ ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ کہ اخبار مفت لینا اور جب کبھی دفتر سے وی پی آیا تو انکو انا نخت ہے۔ کو کہ بد انتظار دیکر واپس کرنا۔ اور بعض تو ایسے حضرات ہیں کہ فوراً ہی وی۔پی واپس کر دیتے ہیں۔ ایسے احباب جو ایک قومی اور سلسلہ کے پرانے خادم کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ وہ برداشت کے قابل نہیں۔

(۴) اور ان ہی حضرات میں ایسے دوست بھی ہیں جو کہ ایڈیٹر الحکم کے ساتھ بڑے تعلقات بھی ظاہر کرتے ہیں۔ الحکم کسی تجارتی اصول پر نہ جاری کیا گیا ہے اور نہ یہ مقصد ہے وہ صرف ایک ہی مقصد وحید لیکر اٹھا ہے۔ کہ اپنے آقا و مرشد ؑ کے پیغام اور کلام کو دنیا میں پھیلائے۔ اور ایڈیٹر کی یہ خواہش ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نشان کو ہر قیمت پر زندہ رکھے۔ کیا آپ کا اخلاقی فرض نہیں کہ

(۵) سال بھر اخبار لینے کے بعد بھی اس کی قیمت ادا نہ کریں۔ جو دوست کسی وجہ سے اخبار لینا پسند نہیں کرتے دفتر کو بقایا ادا کر کے اطلاع کریں۔ اخبار ان کے نام بند کر دیا جائیگا۔ ایسے

سیرت المہدی کا ایک ورق

گذشتہ سے پیوستہ

(۲)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق محبت کی ایک شان

پھر آریہ سماج لاہور کے جلسہ پر جب آپنے اپنا مضمون سنانے کے لئے حضرت حکیم الامۃ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو معہ ایک جماعت کے بھیجا اور آریوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں دل آزار کلمات بولے۔ تو آپ کو یہ سنکر بہت رنج ہوا۔ کہ

کیوں جماعت کے لوگ وہاں بیٹھے رہے

باوجودیکہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا آپ بہت احترام فرماتے تھے۔ اور آپ سے بہت محبت رکھتے تھے مگر اس فروگذاشت میں جو ہم سے ہوئی تھی آپ نے کسی کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت خلیفہ ثانی بھی اس وفد میں تھے۔ اس وقت وہ وہاں سے آنا بھی چاہتے تھے۔ مگر ایک دوست نے یہ کہکر کہ راستہ نہیں ہے (اور فی الواقعہ نہیں تھا) ان کو بھی اٹھنے نہ دیا۔ باوجودیکہ آپ کو بہت محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مگر یہ غلطی ان کی بھی ناقابل معافی سمجھی گئی۔ ان سے بھی جواب طلب کیا کہ کیوں تم اس مجلس سے نہ اٹھ آئے۔ جہاں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوئی تھی۔ غرض اس شان کے ظہور کے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ اور شرح وبسط کے ساتھ میں ان کو آپ کی سیرت کے حصہ

شمائل واخلاق

میں انشاء اللہ تعالے لکھونگا۔

کاش! وہ جو عداوت اور مخالفت کی نظروں سے آپ کو اور آپ کے سلسلہ کو دیکھتے ہیں۔ ان واقعات پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا وہ شخص جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر فنا اور گمشدہ ہے۔ وہ انسان جو آپ کے لئے اس قدر غیرت اور جوش رکھتا ہے۔ کہ اپنے عزیزوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ محض اس بناء پر کہ ان میں سے

کسی نے دانستہ یا نادانستہ سوء ادبی کی۔ پھر وہ جو اپنے ایک اخص مخلص اور وفادار اور جاں نثار دوست اور خدا تعالے کی بشارت کے ایک موعود بیٹے اور ایک گروہ پر محض اس لئے ناراض ہوجاتا ہے۔ کہ کیوں انہوں نے اس مجلس کو نہیں چھوڑا جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف بے ادبی کے کلمات بولے گئے۔

وہ اسلام کی حقیقی روح ہے یا اسلام کا دشمن! آہ! حق وصداقت کے دشمنوں نے ہمیشہ آپنے محسنوں کو دشمن سمجھا۔ اور ان کی خوبیوں اور کمالات کو عداوت کی تاریکی میں معائنہ کیا۔

حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدائیو!

آپ کی سیرت کے اس ورق کو پڑھتے ہوئے اپنے اندر بھی غیرت اور رنگ پیدا کرو۔ کہ یہی

راہ یار کو پانے کی ہے۔

کیونکہ خدا تعالے نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ اللہ کے محبوب بن جاؤ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گوشہ نشینی کی محبت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر تھی۔ آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کی حضرت کی مجھے ایک تحریر ملی۔ میں اس قسم کی تحریروں کا عکس آپ کی سیرت میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ (الاتمام من اللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا خلاصہ اور مغز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق سوال کیا۔ تو اس عالمہ اور فقیہہ خاتون نے کیا لطیف جواب دیا۔ فرمایا کہ حضرت کی سیرت قرآن کریم ہے۔ حقیقت میں یہ بڑا پُر معرفت اور بلیغ جواب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تعلیم جس اعلیٰ اور اصلی مقام پر واقع ہوئی ہے۔ اس قسم کی وحی نازل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اسی شان اور مرتبہ کا قلب نہ ہو۔ یہ ایک نقطہ معرفت ہے۔ جس پر بہت کچھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تحریر جس کا میں نے ذکر کیا ہے میں نے اس کو پڑھا تو میں اس لذت اور خوشی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ جو میرے دوران خون کے ساتھ تمام بدن میں پھیل گئی۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ آپ جب سنیں گے تو ایک تواجد کی کیفیت آپ کے اندر ضرور پیدا ہو جاویگی۔ کہنے کو یہ ایک فقرہ ہے۔ مگر اس کی تفسیر اور شرح سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات چاہتی ہے۔

سنو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے:۔

المساجد مکانی والصالحون اخوانی
وذکر اللہ مالی وخلق اللہ عیالی

میرا مکان مسجدیں ہیں۔ اور صالحین میرے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر میرا مال ودولت ہے۔ اس کی مخلوق میرا کنبہ ہے۔

دوستو! خدا کے لئے غور کرو اور دنیا کے اس عظیم الشان وسیع الحوصلہ انسان کا پتہ دو۔ کہنے کو یہ چار فقرے ہیں۔ مگر ان کے اندر جس قدر معارف اور حقائق کا ذخیرہ ہے۔ میں یا آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

اس قلب کی وسعت حوصلگی کا اندازہ کرو۔ جو کہتا ہے۔ خلق اللہ عیالی دنیا کی ساری مخلوق کو جو اپنا کنبہ سمجھتا ہے۔ اس کی ہمدردی۔ رحم چشم پوشی۔ انکساری۔ مروت۔ کی کوئی حد بھی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جیسے اللہ تعالے کی ربوبیت عامہ ہے۔ اور وہ رب العالمین ہے اسی طرح ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود کی شان سے دنیا میں نازل ہوا۔ خلق اللہ کو اپنا عیال قرار دیتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ اسی طرح احمد قادیان اپنے قلب کی کیفیت کا ذکر کرتا ہے۔ اس چھوٹے سے سینہ میں کائنات عالم کے لئے ہمدردی کا دریا موجزن ہے۔ اس قدر وسعت قلب اور مواسات کا جذبہ کسی انسان میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ خدا کے اپنے ہاتھوں سے صاف نہ کیا گیا ہو۔ اور اللہ تعالے کی ربوبیت اور رحمۃ عامہ کی تجلی ہر وقت اس پر سایہ فگن ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روئے زمین پر اللہ تعالے کی ایک بھی مخلوق ایسی نہ تھی جس سے مسیح موعود کو ہمدردی اور محبت نہ ہو۔ آج سے ستر برس پیشتر جب انہوں نے اپنے قلب کا مطالعہ کر کے یہ فقرہ لکھا ہوگا۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ اسے اپنے مامور ہونے کا وہم بھی تھا؟ نہیں یہ وہی بات ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر کے متعلق پیش آئی۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا:۔ الم نشرح لک صدرک۔ اسی طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرح صدر کر دیا۔ اس میں کوئی بغض اور کینہ کسی سے باقی نہ رکھا گیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس وحی الٰہی کے ایک جزو کی تفسیر ہے۔ جو آپ کو دنیٰ فتدلیٰ کے الفاظ میں ہوئی۔ دنیٰ کے متعلق پیشتر بیان کر چکا ہوں۔ یہ کیفیت فتدلیٰ کی ہے۔ اور وہ صعود تھا۔ یہ نزول ہے۔ یہ حالت اس وقت میسر آتی ہے۔ جب نفوس قدسیہ خدا تعالے کی محبت کی وجہ سے فیوض الٰہی کو جذب کر چکنے کے بعد مخلوق کی محبت تامہ کے باعث ان فیوض کو مخلوق تک پہنچاتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو ووجدک عائلا فرمایا۔ اس کی حقیقت بھی یہی ہے۔

پس یہ فقرہ جو ستر سال پہلے آپ نے اپنے قلب کی کیفیت کی بناء پر لکھا تھا۔ آج اس کی شرح کے لئے دفاتر کی ضرورت ہے۔ پھر انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے۔ کہ وہ دنیا کے مال وزر اور فراغت کو چاہتا ہے۔ اس فطرت کا نقشہ قرآن مجید کی اس آیت میں خوب بیان کیا ہے۔ جہاں فرمایا کہ لوگوں کی فطرت میں یہ بات خوشنما دکھائی گئی ہے۔ کہ اموال اولاد عورتیں اور گھوڑے

وغیرہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام اور ان کے رنگ میں رنگین لوگوں کی حالت اس سے بالکل الگ اور جدا ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ خدا کرا اللہ حامی۔ میرا مال ومتاع اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔ حقیقت میں یہ تعلیم جس قوم کو دی گئی ہے۔ کہ ذکر اللہ اکبر۔ دنیا کی تمام عظمتوں اور شوکتوں کے مقابلہ میں رفعت وعظمت اگر ہے۔ تو وہ ذکر اللہ ہی کے لئے ہے۔ پھر اس فانی مال ودولت کے لئے خدا کے تحفہ سے معطر مسموح کئے ہوئے قلب کب اس کی طرف جا سکتے ہیں۔

سورۃ جمعہ کے اس مقام پر غور کرنے سے ایک لطیفہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مومنوں کو ذکر اللہ کی سعی کرنے کا ارشاد ہوا۔ اور پھر ایک حالت یہ بتائی کہ جب لوگ تجارت کو دیکھتے ہیں۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم گویا آپ کے خلفاء اور نواب کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو بتایا کہ اللہ تعالےٰ کے حضور یہ مال ودولت جو تجارت کا نتیجہ ہے۔ یا وہ خوشی اور عارضی مسرت جو اس کا نتیجہ ہے۔ وہ نہ روح کی پرورش کا ذریعہ ہے نہ جسم کی۔ بلکہ وہ ذکر اللہ ہی ایک ایسی چیز ہے جو خیر الرازقین سے تعلق پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے دوسرے مقام پر فرمایا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ حقیقی سکینت واطمینان ذکر اللہ ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اپنی قلبی کیفیت کو کاغذ پر عیاں کیا ہے۔ اس سے آپ کے اطمینان قلب اور سکینت کی حالت عیاں ہے۔ لوگ اطمینان قلب کے لئے تڑپتے اور دنیا میں ہزاروں پاپڑ جھیلتے ہیں۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اطمینان اور سکینت کے جس اعلےٰ مقام پر ہیں کیا کوئی اس کی نظیر پیش کر سکتا ہے؟

پھر ایک طرف ہمدردی اور مروت کا یہ تقاضا ہے۔ کہ خدا کی ساری مخلوق کو اپنا کنبہ قرار دیا ہے۔ انسان اپنے کنبہ کی پرورش اور نگہداشت میں بڑے بھلے کی تمیز نہیں کرتا۔ اور ایسا ہی اللہ تعالےٰ اپنی صفت ربوبیت

نطفہ انسان وحیوان کا تفرقہ نہیں کرتا۔ لیکن جیسے محبت اور تعلق خاص صفات اور خوبیوں کی پرواہ کی جاتی ہے۔ جیسے معیت کے متعلق فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ اسی طرح صادق اور خدا پرست انسان باوجودیکہ ایک طرف کل مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور مروت کے لئے اپنے قلب کو وسیع پاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف خدا تعالےٰ کی محبت اور تعلق کے لئے پھر اس مخلوق میں قربانی کا سلسلہ شروع کرتا ہے۔ چنانچہ ہر بہتر کے لئے ادنیٰ کو قربان کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے **اخوت** کے لئے صالحین کو منتخب کیا۔ ہر شخص کے چال چلن۔ اخلاق اور مرغوبات کا پتہ اس کے دوستوں سے مل سکتا ہے۔ اب جو ہستی صرف صالحین سے

محبت کرتی ہے۔ اور انہیں اخوت کے مقام پر رکھتی ہے۔ اس کی صلاحیت کا اندازہ ہو سکتا ہے

قرآن مجید مومن کو اخوت کا درجہ دیتا ہے۔ اور مومن کا ادنیٰ درجہ صالح ہے۔ صالح وہ ہوتا ہے جس میں کسی قسم کا فساد باقی نہیں ہے۔ صالح غذا وہی کہلاتی ہے۔ جس میں کوئی نقص نہ ہو۔ پس صالح وہی مومن رہتا ہے۔ جس کے اعتقادات صحیحہ کے موافق اعمال ہوں۔ یہ صلاحیت بطور بیج کے ہوتی ہے۔ پھر جس قدر انسان اس میں ترقی کرتا ہے۔ وہ ایمانی مدارج میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شہداء۔ صدیقین اور نبیین کے مقام کو اعلیٰ قدر مراتب پا لیتا ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جہاں تک آپ کی ہمدردی ایسی عام اور وسیع ہے۔ آپ اخوت اور محبت تعلق صرف ان لوگوں سے رکھنا پسند فرماتے تھے۔ جو صالح ہوں۔ اور ہر قسم کے فساد سے پاک ہوں۔

میرے دوستو! کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ ہم ہر ایک قسم کے فساد سے پاک ہو کر صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اور ہمارے تعلقات اخوت صرف اسی زمرہ سے ہوں جو صالحین کا زمرہ ہے۔ جو لوگ کسی نہ کسی رنگ میں نظام احمدیت کو دھکا لگاتے ہیں۔ اور شیرازہ کو جو ہمیشہ سے ایک امام کے ذریعہ جو خدا کی کتاب کی اصطلاح میں حبل اللہ کہلاتا ہے توڑتے ہیں۔ وہ خواہ کتنے ہی زور سے نحن مصلحون کہیں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ خدا کی مجید وحمید کتاب انہیں مصلح نہیں مفسد قرار دیتی ہے

حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

غیروں سے خطاب

اے نادانو! اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا۔ جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کر دے گا۔ یقیناً یاد رکھو! اور کان کھول کر سنو! کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں۔ اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے۔ جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دیگا کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دیگا کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ دشمن ذلیل ہونگے اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندے کو ہر میدان میں فتح دیگا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے۔ کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں۔ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے۔ اور اس کا بول بالا ہو کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں

اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہو۔ ابتلاؤں کے میدان اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میان خاک وخوں بینی سرے

اپنوں سے خطاب

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے۔ کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں۔ جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے پیر نازک وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے اور نہ لوگوں کے سب وشتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔ کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے حال سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں؟ کیا ہم خدا تعالےٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے؟ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر اس کے فضل اور رحمت سے۔

پس جو جدا ہونے والے ہیں۔ جدا ہو جائیں۔ ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے ؎

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دخترے

شیخ محمود احمد صاحب مجاہد مصری

جو کہ قادیان سے حیدر آباد دکن بغرض علاج اور تبدیل آب وہوا تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں سے تازہ آمدہ ڈاک سے جو اطلاع موصول ہوئی ہے۔ شیخصاحب کو پہلے کی نسبت بہت افاقہ ہے۔ احباب دردِ دل سے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ انکو صحت کامل دے اور پھر اسی طرح سلسلہ کی خدمت کر سکیں اور الحکم کی اس کمی کو پورا کر سکیں جو ان کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو رہی ہے

نیز حضرت قبلہ والد صاحب کے لئے بھی احباب دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو بھی کامیاب کرے۔ اور جلد سے جلد وہ اپنے عزیز اور محبوب الحکم کی خدمت کر سکیں۔

(خاکسار محمد ابراہیم علی عرفانی)

مکتوبات احمدیہ

(صاحبزادہ سراج الحق جمالی نعمانی کے نام!)

از عاجز عایذ باللہ الصمد غلام احمدؐ۔ بخدمت اخویم صاحبزادہ سراج الحق صاحب۔ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ عنایت نامہ آنمخدوم پہونچا۔ موجب خوشی ہوا۔ خداوند کریم آں مخدوم کو خوش و خورم رکھے۔ یہ عاجز کچھ عرصہ تک بیمار رہا۔ اور اب بھی اس قدر ضعف ہے۔ کہ کوئی محنت کا کام نہیں ہو سکتا۔ اسی باعث سے ابھی کام حصہ پنجم شروع نہیں ہوا۔ بعد درستی و صحت طبیعت انشاء اللہ شروع کیا جائے گا۔ آپ نے جو سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی اجازت چاہی ہے۔ یہ کام صرف اجازت سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ امر ضروری یہ ہے۔ کہ سورۃ فاتحہ کے مضمون کے مناسب حال ہو۔ جب انسان کو ان باتوں پر ایمان اور ثبات قدم حاصل ہو جائے جو سورۃ فاتحہ کا مضمون ہے۔ تو برکات سورۃ فاتحہ سے مستفیض ہوگا۔ آپ کی فطرت بہت عمدہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ جلشانہٗ آپ کی جدوجہد پر ثمرات حسنہ مرتب کریگا۔ وقال اللہ تعالیٰ

والذین جاھدوا فینا

والسلام۔ خاکسار غلام احمدؐ از قادیان

(۲۷ر مارچ ۱۸۸۵ء)

(**نوٹ**) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مکتوب گرامی ایک نہایت امر اہم پر روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ سراج الحق صاحب رضی اللہ عنہ چونکہ ایک سجادہ نشین اور مشائخ خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اور انکی تربیت اس نہج پر ہوئی تھی۔ کہ عام پیروں کی طرح مختلف قسم کے وظائف اور اوراد پڑھتے رہا کریں۔ اور ان کے مشرب میں کسی کلام اور وظیفہ کا اثر اور قبولیت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ جب تک کہ وہ صاحب ارشاد سے اجازت لیکر نہ پڑھا جاوے۔ اس لئے پیر صاحب نے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی اجازت حضرت اقدس سے چاہی۔ اس کے متعلق امر واقعہ یہ ہے۔ کہ صاحبزادہ صاحب نے جب براہین احمدیہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر پڑھی تو ان پر بیحد اثر ہوا۔ اور صحیح طور پر یہ بات ان کے ذہن نشین ہوئی۔ کہ سورۃ فاتحہ کے برکات اور فیوض کے حضرت اقدس ماہر اور مورد ہیں اور آپ کی اجازت سے اگر سورۃ فاتحہ کو پڑھا جاوے تو یقیناً اس کی تاثیرات اور ثمرات نمایاں ہونگے۔ اسی مقصد کے پیش نظر انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں اجازت کے لئے تحریر کیا۔ حضور نے جو جواب دیا وہ اس مکتوب میں درج ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس طوطے کی طرح رٹنا اور بطور منتر جنتر خدا کے کلام کو پڑھنا پسند نہ فرماتے تھے۔ اور نہ اس طریق سے اپنے خدام کی اصلاح اور روحانی تربیت کرتے تھے۔ بلکہ آپ حقیقت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور جو طریق مسنون تھا اسی پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ آپ نے مختلف مواقع پر سورۃ فاتحہ کی برکات کے متعلق ذکر فرمایا۔ مگر جب بھی اس کی برکات سے متمتع ہونے کا طریق بتایا تبھی فرمایا کہ سمجھ کر پڑھو۔ آپ نے نمازوں میں **ایاک نعبد و ایاک نستعین** کے تکرار اور **اھدنا الصراط المستقیم** کی دعا کی تکرار پر بھی زور دیا۔ مگر اس کے لئے آپ نے نوافل میں تکرار کرنے کی ہدایت فرمائی۔

بہر حال اس مکتوب سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ حضور کا مسلک پرانے زمانے کے پیرزادوں یا گدی نشینوں کا نہ تھا۔ بلکہ آپ منہاج نبوت پر اپنی جماعت کی تربیت فرماتے تھے۔ اور قرآن کریم کی بتائی ہوئی صحیح راہ پر ہی چلنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ پیر سراج الحق صاحب جیسا کہ مَیں نے اوپر بیان کیا ہے آپ مختلف قسم کے وظائف اور اوراد کے عامل تھے۔ اور خود بھی بعض لوگوں کو اجازت دیا کرتے تھے۔

چنانچہ سورۃ فاتحہ ہی کے دفع درد کے لئے پڑھنے کی اجازت انہوں نے بعض دوستوں کو دی تھی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اور طریق تزکیہ کا کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ پیر صاحب نے خود بھی ان تمام باتوں کو ترک کر دیا۔ اور جن دوستوں کو انہوں نے اجازت دی تھی انہوں نے بھی کبھی اس تجوبہ نمائی کو پسند نہ کیا۔ پیر سراج الحق صاحب تو اس خصوص میں ایکتا تھے۔ حضرت منشی احمد جان صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ لودھانوی تو اپنے زمانہ میں اس فن کے امام تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے انہوں نے فیض پایا تو اس فن کو انہوں نے محض بے حقیقت سمجھا۔ اور ترک کر دیا۔

غرض حضور اپنی جماعت کے اندر حقیقت روحانیت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس قسم کے منتر جنتر سے متنفر تھے۔ (عرفانی)

حافظ سید تصور حسین صاحب کے نام

(مولوی حافظ سید تصور حسین صاحب بریلوی بھی ایک صوفی منش بزرگ تھے انہوں نے اپنے رنگ میں بہت سے مجاہدات اور چلہ کشیاں کی تھیں۔ اور ایک طرح پر پیر طریقت ہی تھے۔ لیکن جب سعادت ازلی انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور لے آئی تو وہ ان تمام بدعات سے پاک ہو گئے اور اب آپ مقبرہ بہشتی میں آرام کر رہے ہیں۔ (عرفانی)

مجی اخویم حافظ صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط میں نے اول سے آخر تک پڑھ لیا ہے۔ یہ بات بہت درست ہے۔ کہ سعید انسان کی علامت یہی ہے کہ جب تک گوہر مقصود کا تختہ آغوش نہ ہو اور کسل کی طرف مائل نہ ہو۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

گر نباشد بدوست رہ بردن

شرط عشق است در طلب مردن

خدا تعالیٰ کی طلب بڑا مشکل کام ہے۔ گویا ایک موت ہے۔ بلکہ درحقیقت موت ہے۔ پھر دوسری طرف عالی ہمت اور عالی فطرت اور وفادار دل کے لئے بہت سہل بھی ہے۔ وہ وہ ہے کہ جو زمانہ دراز کے طلب کو بھی ایک ساعت سے کم سمجھتا ہے۔ بقول حافظ ؎

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر

آرے شود ولیک بخون جگر شود

مگر افسوس کہ دنیا میں شتاب کاروں۔ بدظنوں کم ہمتوں کا فرقہ بہت ہے اور یہی لوگ محروم ازل سے نہیں چاہتے ہیں۔ کہ ایک پھونک مارنے سے عرش معلیٰ تک پہونچ جائیں۔ اور اللہ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا و ھم لا یفتنون۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ

(**نوٹ**) اس مکتوب کو مکرر سہ کرر پڑھو۔ کہ اس میں سعادت کی علامت اور اس کے حصول کا طریق بتایا گیا ہے۔ اور اس سے اس مقام رفیع کا بھی پتہ لگتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ میں اللہ جو بہت جاننے والا ہوں یہ کتاب جو شک و شبہ اور ہر عیب و نقص سے پاک ہے ۔ متقیوں کی ہدایت کے لئے بھیج رہا ہے ۔

قرآن کریم کی علل اربعہ

ہر شے کی چار علتیں ہوتی ہیں ۔ یہاں بھی ان علل اربعہ کو بیان کیا ہے ۔ اور وہ علل اربعہ یہ ہوتی ہیں ۔ علتِ فاعلی ۔ علتِ صوری ۔ علتِ مادی ۔ علتِ غائی ۔ اس مقام پر قرآن شریف کی چار علتوں کا ذکر کیا ۔

علتِ فاعلی تو اس کتاب کی الٓمّٓ ہے اور الٓمّٓ کے معنے میرے نزدیک انا اللّٰه اعلم یعنے میں اللہ وہ ہوں جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور علتِ مادی ذالک الکتٰب ہے ۔ یعنے یہ کتاب اس خدا کی طرف سے آئی ہے جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہے ۔ اور علتِ صوری لاریب فیہ ہے ۔ یعنے اس کتاب کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ ہی نہیں جو بات ہے مستحکم اور جو دعویٰ ہے وہ مدلل اور روشن ۔ اور علتِ غائی اس کتاب کی ھدًی للمتقین ہے ۔ یعنے اس کتاب کے نزول کی غرض و غایت یہ ہے ۔ کہ متقیوں کو ہدایت کرتی ہے یہ چاروں علتیں بیان کرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے عام صفات بتائے ہیں ۔ کہ وہ متقی کون ہوتے ہیں ۔ جو ہدایت پاتے ہیں ۔

الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۔ والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك و بالاٰخرۃ ھم یوقنون ۔

یعنے وہ متقی ہوتے ہیں ۔ جو خدا پر جو ہنوز پردہ غیب میں ہوتا ہے ایمان لاتے ہیں ۔ اور نماز کو کھڑا کرتے ہیں ۔ اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے ۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔ اور وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل کیا ہے ۔ اور جو کچھ تجھ سے پہلے نازل ہوا ہے ۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہ صفات الٰہی کے بیان فرمائے ۔ اب یہاں بالطبع ایک سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ اس کتاب کی غرض و غایت تو یہ بتائی ھدًی للمتقین اور پھر متقیوں کے صفات بھی بیان کئے جو سب کے سب ایک باخدا انسان میں ہوتے ہیں ۔ یعنے خدا پر ایمان لاتا ہو ۔ نماز پڑھتا ہو ۔ صدقہ دیتا ہو ۔ کتاب اللہ کو مانتا ہو ۔ قیامت پر یقین رکھتا ہو ۔ پھر جو شخص پہلے سے ان صفات سے متصف ہو اور وہ متقی کہلاتا ہے اور ان امور کا پابند ہے تو پھر وہ ہدایت کیا ہوئی ؟ جو اس کتاب کے ذریعہ اس نے حاصل کی ہے ۔ وہ امر زائد کیا ہے جس نے لئے یہ نازل ہوئی ہے ؟ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے ۔ کہ وہ کوئی اور امر ہے جو اس ہدایت میں رکھا گیا ہے ۔ کیونکہ یہ امور جو بطور صفات متقین بیان فرمائے ہیں ۔ یہ تو اس ہدایت کے لئے جو اس کتاب کا اصل مقصد اور غرض ہے ۔ بطور شرائط ہیں ۔ ورنہ وہ ہدایت اور چیز ہے ۔ اور وہ ایک اعلےٰ امر ہے ۔ جو خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے ۔ اور جس کو میں بیان کرتا ہوں ۔ پس یاد رکھو کہ متقی کے صفات میں سے پہلی صفت یہ بیان کی یؤمنون بالغیب یعنے غیب پر ایمان لاتے ہیں ۔ یہ مومن کی ایک ابتدائی حالت کا اظہار ہے ۔ کہ جن چیزوں کو اس نے نہیں دیکھا ۔ ان کو مان لیا ۔ غیب اللہ تعالےٰ کا نام ہے اور اس غیب میں بہشت ، دوزخ ۔ حشر اجساد اور وہ تمام امور جو ابھی تک پردہ غیب میں شامل ہیں ۔ اب ابتدائی حالت میں تو مومن انپر ایمان لاتا ہے ۔ لیکن ہدایت یہ ہے کہ اس حالت پر اسے ایک انعام عطا ہوتا ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کا علم غیب سے انتقال کر کے شہود کی طرف آجاتا ہے ۔ اور اس پر پھر ایسا زمانہ آجاتا ہے ۔ کہ جن باتوں پر وہ پہلے غائب کے طور پر ایمان لاتا تھا ۔ وہ انکار عارف ہوجاتا ہے ۔ اور وہ امور جو ابھی تک مخفی تھے اس کے سامنے آجاتے ہیں ۔ اور حالت شہود میں انہیں دیکھتا ہے ۔ پھر وہ خدا کو غیب نہیں مانتا بلکہ اسے دیکھتا ہے ۔ اور اس کی تجلی سامنے رہتی ہے ۔ غرض اس کے غیب کے بعد شہود کا درجہ عطا ہوتا ہے ۔ جیسے ایمان کے بعد عرفان کا مرتبہ ملتا ہے ۔ وہ خدا تعالےٰ کو اسی عالم میں دیکھ لیتا ہے ۔ اور اگر اس کو یہ مرتبہ عطا نہ ہوتا تو پھر یؤمنون بالغیب کے مصداق کو کوئی ہدایت اور انعام عطا نہ ہوتا ۔ اس کے لئے قرآن شریف گویا موجب ہدایت نہ ہوتا ۔ مگر ایسا نہیں ہوتا ۔ اور اس کے لئے ہدایت یہی ہے ۔ کہ اس کے ایمان کو حالت غیب سے منتقل کر کے حالت شہود میں لے آتا ہے ۔ اور اس پر دلیل یہ ہے :-

من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی

یعنے جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ دوسرے عالم میں بھی اندھا اٹھایا جائیگا ۔ اس نابینائی سے یہی مراد ہے ۔ کہ انسان خدا تعالےٰ کی تجلی اور ان امور کو جو حالت غیب میں ہیں اسی عالم میں مشاہدہ نہ کرے ۔ اور یہ نابینائی کا کچھ حصہ غیب والے میں پایا جاتا ہے ۔ لیکن ھدًی للمتقین کے موافق جو شخص ہدایت پا لیتا ہے ۔ اس کی وہ نابینائی دور ہو جاتی ہے ۔ اور وہ اس حالت سے ترقی کرتا جاتا ہے ۔ اور وہ ترقی اس کلام کے ذریعہ سے یہ ہے کہ ایمان بالغیب کے درجہ سے شہود کے درجہ پر پہونچ جائیگا ۔ اور اس کے لئے یہی ہدایت ہے ۔

متقی کی دوسری صفت

متقی کی دوسری صفت یہ ہے ۔ یقیمون الصلوٰۃ ۔ یعنے وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں متقی سے جیسے ہو سکتا ہے نماز کھڑی کرتا ہے ۔ یعنی کبھی اس کی نماز گر پڑتی ہے ۔ پھر اسے کھڑا کرتا ہے ۔ یعنے متقی خدا سے ڈرا کرتا ہے ۔ اور وہ نماز کو قائم کرتا ہے ۔ اس حالت میں مختلف قسم کے وساوس اور خطرات بھی ہوتے ہیں جو پیدا ہو کر اس کے حضور میں مدرج ہوتے ہیں اور نماز کو گرا دیتے ہیں ۔ لیکن یہ نفس کی اس کشاکش میں بھی نماز کو کھڑا کرتا ہے ۔ کبھی نماز گرتی ہے مگر پھر اسے کھڑا کرتا ہے اور یہی حالت اس کی رہتی ہے ۔ کہ وہ تکلف اور کوشش سے بار بار اپنی نماز کو کھڑا کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنے کلام کے ذریعہ ہدایت عطا کرتا ہے ۔ اس کی ہدایت کیا ہوتی ہے ؟

اس وقت بجائے یقیمون الصلوٰۃ کے ان کی یہ حالت ہوتی ہے ۔ کہ وہ اس کشمکش اور وساوس کی زندگی سے نکل جاتے ہیں ۔ اور اللہ تعالےٰ اس کتاب کے ذریعے انہیں وہ مقام عطا کرتا ہے ۔ جس کی نسبت فرماتا ہے کہ بعض آدمی ایسے کامل ہوتے ہیں ۔ کہ نماز ان کے لئے بمنزلہ غذا کے ہوجاتی ہے ۔ اور نماز میں ان کو وہ لذت اور ذوق عطا کیا جاتا ہے جیسے سخت پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی پینے سے حاصل ہوتی ہے ۔ کیونکہ وہ نہایت رغبت سے اسے پیتا ہے ۔ اور خوب سیر ہو کر حظ حاصل کرتا ہے ۔ یا سخت بھوک کی حالت ہو اور اسے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا خوش ذائقہ کھانا مل جائے ۔ جس کو کھا کر وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے ۔ یہی حالت پھر نماز میں ہو جاتی ہے ۔ وہ نماز اس کے لئے ایک قسم کا نشہ ہوجاتی ہے ۔ جس کے بغیر وہ سخت کرب و اضطراب محسوس کرتا ہے ۔ لیکن نماز کے ادا کرنے سے اس کے دل میں ایک خاص سرور اور ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے ۔ جس کو ہر شخص نہیں پا سکتا ۔ اور نہ الفاظ میں یہ لذت بیان ہو سکتی ہے ۔ اور انسان ترقی کر کے ایسی حالت میں پہونچ جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے اسے ذاتی محبت ہو جاتی ہے ۔ اور اس کو نماز کے کھڑے کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی ۔ اس لئے کہ وہ نماز اس کی کھڑی ہی ہوتی ہے ۔ اور ہر وقت کھڑی ہی رہتی ہے ۔ اس میں ایک طبعی حالت پیدا ہو جاتی ہے ۔ اور ایسے انسان کی

مرضی خدا تعالےٰ کی مرضی کے موافق ہوتی ہے۔ انسان پر ایسی حالت آتی ہے۔ کہ اس کی محبت خدا تعالےٰ سے محبتِ ذاتی کا رنگ رکھتی ہے۔ اس میں کوئی تکلف اور بناوٹ نہیں ہوتی۔ جس طرح پر حیوانات اور دوسرے انسان اپنے ماکوبات اور مشروبات اور دوسری شہوات میں لذت اٹھاتے ہیں اس سے بہت بڑھ چڑھ کر وہ مومن متقی نماز میں لذت پاتا ہے۔ اس لئے نماز کو خوب سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیئے۔ نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ

نماز مومن کا معراج ہے

اس دین میں ہزاروں لاکھوں اولیاء۔ راستباز ابدال۔ قطب گزرے ہیں۔ انہوں نے یہ معراج اور مراتب کیونکر حاصل کئے؟ اسی نماز کے ذریعہ سے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ وقرۃ عینی فی الصّلوٰۃ۔ یعنے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اور فی الحقیقت جب انسان اس مقام اور درجہ پر پہونچتا ہے۔ تو اس کے لئے اکمل اتم لذت نماز ہی ہوتی ہے۔ اور یہی معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ہیں۔ پس کشاکش نفس سے انسان نجات پاکر اعلےٰ مقام پر پہونچ جاتا ہے۔

غرض یاد رکھو یقیمون الصّلوٰۃ وہ ابتدائی درجہ اور مرحلہ ہے جہاں نماز بے ذوقی اور کشاکش سے ادا کرتا ہے۔ لیکن اس کتاب کی ہدایت ایسے آدمی کے لئے یہ ہے کہ اس مرحلہ سے نجات پاکر اس مقام پر جا پہونچتا ہے جہاں نماز اس کے لئے قرۃ العین ہو جاوے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مقام پر متقی سے مراد وہ شخص ہے جو نفس لوّامہ کی حالت میں ہے۔

نفس کے تین درجے

نفس کے تین درجہ ہیں۔ نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس مطمئنہ۔ نفس امارہ وہ ہے جو فسق و فجور میں مبتلا ہے۔ اور نافرمانی کا غلام ہے۔ ایسی حالت میں انسان نیکی کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے اندر ایک سرکشی اور بغاوت پائی جاتی ہے۔ لیکن جب اس سے کچھ ترقی کرتا اور نکلتا ہے وہ وہ حالت ہے جو نفس لوّامہ کہلاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اگر بدی کرتا ہے تو اس سے شرمندہ بھی ہوتا ہے۔ اور اپنے نفس کو ملامت بھی کرتا ہے۔ اور اس طرح پر نیکی کی طرف توجہ بھی کرتا ہے۔ لیکن اس حالت میں وہ کامل طور پر وہ اپنے نفس پر غالب نہیں آتا۔ بلکہ اس کے اور نفس کے درمیان ایک جنگ جاری رہتی ہے۔ جس میں کبھی وہ غالب آتا ہے اور کبھی نفس اسے مغلوب کر لیتا ہے۔ یہ سلسلہ لڑائی کا بدستور جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کا فضل اس کی دستگیری کرتا ہے اور آخر اسے کامیاب اور بامراد کرتا ہے۔ اور وہ اپنے نفس پر فتح پا لیتا ہے۔ پھر تیسری حالت میں پہونچ جاتا ہے۔ جس کا نام نفس مطمئنہ ہے۔ اس وقت اس کے نفس کے تمام گند دور ہو جاتے ہیں اور ہر قسم کے فساد مٹ جاتے ہیں۔ نفس مطمئنہ کی آخری حالت ایسی حالت ہوتی ہے۔ جیسے دو سلطنتوں کے درمیان ایک جنگ ہو کر ایک فتح پائے۔ اور وہ تمام مفسدہ دور کر کے امن قائم کرے۔ اور پہلا سارا نقشہ ہی بدل جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اس امر کی طرف اشارہ ہے

انّ الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ

یعنے جب بادشاہ کسی گاؤں میں داخل ہوتے ہیں تو پہلا تانا بانا سب تباہ کر دیتے ہیں۔ بڑے بڑے نمبردار رئیس نواب ہی پہلے پکڑے جاتے ہیں اور بڑے بڑے نامور ذلیل کئے جاتے ہیں اور اس طرح پر ایک تغیر عظیم واقع ہوتا ہے۔ یہی ملوک کا خاصہ ہے۔ اور ایسا ہی ہمیشہ چلا آیا ہے۔ اسی طرح پر جب روحانی سلطنت بدلتی ہے۔ تو پہلی سلطنت پر تباہی آتی ہے۔ شیطان کے غلاموں کو قابو کیا جاتا ہے۔ وہ جذبات اور شہوات جو انسان کی روحانی سلطنت میں مفسدہ پردازی کرتے ہیں۔ ان کو کچل دیا جاتا ہے۔ اور ذلیل کیا جاتا ہے۔ اور روحانی طور پر ایک نیا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔ اور بالکل امن و امان کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وہ حالت اور درجہ ہے جو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت کسی قسم کی کش مکش اور کوئی فساد پایا نہیں جاتا۔ بلکہ نفس ایک کامل سکون اور اطمینان کی حالت میں ہوتا ہے۔ کیونکہ جنگ کا خاتمہ ہو کر نئی سلطنت قائم ہو جاتی ہے اور کوئی فساد اور مفسدہ باقی نہیں رہتا۔ بلکہ دل پر خدا کی فتح کامل ہوتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ خود اس کے عرش دل پر نزول فرماتا ہے۔ اسی کو کمال درجہ کی حالت بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

انّ اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربٰی۔

یعنے بے شک اللہ تعالےٰ عدل کا حکم دیتا ہے اور پھر اس سے ترقی کرو۔ تو احسان کا حکم دیتا ہے اور پھر اس سے بھی ترقی کرو تو ایتاءِ ذی القربٰی کا حکم ہے۔

حالت عدل

عدل کی حالت یہ ہے۔ جو متقی کی حالت نفس امّارہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس حالت کی اصلاح کے لئے عدل کا حکم ہے۔ اس میں نفس کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً کسی کا قرضہ ادا کرنا ہے۔ لیکن نفس اس میں بھی خواہش کرتا ہے۔ کہ کسی طرح سے اس کو دبا لوں۔ اور اتفاق سے اس کی میعاد بھی گزر جاوے۔ اس صورت میں نفس اور بھی دلیر اور بے باک ہوگا کہ اب تو قانونی طور پر بھی کوئی مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ ٹھیک نہیں۔ عدل کا تقاضا یہی ہے۔ کہ اس کا دین واجب ادا کیا جاوے۔ اور کسی حیلے اور عذر سے اس کو دبایا نہ جاوے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ بعض لوگ ان امور کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بہت کم توجہ کرتے ہیں اپنے قرضوں کے ادا کرنے میں۔ یہ عدل کے خلاف ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے۔ پس تم میں سے ہر ایک اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرضوں کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور کسی قسم کی خیانت اور بے ایمانی دور بھاگنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ امر الٰہی کے خلاف ہے۔ جو اس نے اس آیت میں فرمایا ہے

حالت احسان

اس کے بعد احسان کا درجہ ہے۔ جو شخص عدل کی رعایت کرتا ہے۔ اور اس کی حدبندی کو نہیں توڑتا اللہ تعالیٰ اسے توفیق اور قوت دیتا ہے۔ اور وہ نیکی میں اور ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ عدل ہی نہیں کرتا بلکہ تھوڑی سی نیکی کے بدلے بہت بڑی نیکی کرتا ہے۔ لیکن احسان کی حالت میں بھی ایک کمزوری ابھی باقی ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ کسی نہ کسی وقت اس نیکی کو جتا بھی دیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص دس برس تک کسی کو روٹی کھلاتا ہے۔ اور وہ کبھی ایک بات اس کی نہیں مانتا۔ تو اسے کہدیتا ہے۔ کہ دس برس کا ہمارے ٹکڑوں کا غلام ہے۔ اور اس طرح پر اس نیکی کو بے اثر کر دیتا ہے۔ دراصل احسان والے کے اندر بھی ایک قسم کی مخفی ریا ہوتی ہے۔ لیکن تیسرا مرتبہ ہر قسم کی آلائش اور آلودگی سے پاک ہے۔ اور وہ ایتاءِ ذی القربٰی کا درجہ ہے۔

ایتاءِ ذی القربٰی کی حالت

ایتاءِ ذی القربٰی کا درجہ طبعی حالت کا درجہ ہے یعنے جس مقام پر انسان سے نیکیوں کا صدور ایسے طور پر ہو جیسے طبعی تقاضا ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسی ماں اپنے بچے کو دودھ دیتی اور اس کی پرورش کرتی ہے۔ کبھی اس کو خیال بھی نہیں آتا۔ کہ بڑا ہو کر کمائی کریگا اور اس کی خدمت کریگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بادشاہ اسے حکم دے کہ اگر تو اپنے بچے کو دودھ نہ دیگی اور اس سے وہ مر جاوے تو بھی تجھ سے مواخذہ نہ ہوگا اس حکم پر بھی وہ دودھ دینا نہیں چھوڑے گی بلکہ ایسے بادشاہ کو دو چار گالیاں ہی سنادے گی اس لئے کہ وہ پرورش اس کا ایک طبعی تقاضا ہے۔ وہ کسی امید یا خوف پر مبنی نہیں اسی طرح پر جب انسان نیکی میں ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہونچتا ہے کہ وہ نیکیاں اس سے ایسے طور پر صادر ہوتی ہیں گویا ایک طبعی تقاضا ہے۔ تو یہی وہ حالت ہے جو مطمئنہ کہلاتی ہے۔

غرض یقیمون الصّلوٰۃ کے یہ معنے ہیں کہ جب تک نفس مطمئنہ نہ ہو اسی کشاکش میں لگا رہتا ہے۔ کبھی نفس غالب آجاتا ہے اور کبھی آپ غالب آجاتا ہے۔ صبح کو اٹھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ٹھنڈا پانی ہے۔ اسکو نہانے کی حاجت ہے پس اگر نفس کی مان لیتا ہے۔ تو نماز کھو لیتا ہے۔ اور اگر ہمت سے کام لیتا ہے تو اس پر فتح پا لیتا ہے۔

تحدیث بالنعمۃ

شکر کی بات ہے۔ کہ ایک مرتبہ خود مجھے ایسی حالت پیش آئی۔ سردی کا موسم تھا۔ مجھے غسل کی حاجت ہو گئی۔ پانی گرم کرنے کے لئے کوئی سامان اس جگہ نہ تھا۔ ایک پادری کی لکھی ہوئی کتاب میزان الحق میرے پاس تھی اس وقت وہ کام آئی۔ میں نے اس کو جلا کر پانی گرم کر لیا۔ اور خدا کا شکر کیا۔ اس وقت میری سمجھ میں آیا کہ بعض وقت شیطان بھی کام آ جاتا ہے۔

پھر میں اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ کہ یقیمون الصلوٰۃ کے یہی معنے ہیں اور اس پر ترقی یہی ہے کہ ایسی حالت سے نجات پا کر مطمئنہ کی حالت میں پہونچ جاوے۔

خوب یاد رکھو کہ نرا غیب ایمان لانے کا انجام خطرناک ہوتا رہا ہے۔ افلاطون جب مرنے لگا۔ تو کہنے لگا۔ کہ میرے لئے بت پر ایک مرغا ہی ذبح کر دو۔ جالینوس نے کہا کہ میری قبر میں خچر کے پیشاب گاہ کے برابر ایک سوراخ رکھ دینا۔ تاکہ ہوا آتی رہے۔ اب غور کرو کہ کیا ایسے لوگ ہادی ہو سکتے ہیں۔ جو ایسی مذبذب اور مضطرب حالت میں ہوتے ہیں۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ جب تک اندر روشنی پیدا نہ ہو کیا فائدہ؟ لیکن یہ روشنی خدا تعالےٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ سب طبائع یکساں نہیں ہوتی ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے سب کو نبی پیدا نہیں کیا۔

اثر صحبت

لیکن صحبت میں بڑا شرف ہے۔ اس... کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہونچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ گہری محبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کونوا مع الصادقین فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے۔ کہ ہر زمانہ میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔ لیکن آریہ سماجی یا عیسائی اس طریق سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جبکہ ان کے ہاں مسلم امر ہے۔ کہ اب کوئی خدا رسیدہ ایسا ہو نہیں سکتا جس پر خدا تعالےٰ کی تازہ بتازہ وحی نازل ہو اور وہ اس سے توفیق پا کر ان لوگوں کو صاف کرے جو گناہ آلود زندگی بسر کرتے ہیں۔ میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ آریہ سماج کے اندر ایک تپش ہے۔ وہ بے جا طور سے مسلمانوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور اعتراض کرنا ہی اپنے مذہب کی خوبی اور کمال پیش کرتے ہیں۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاوے کہ اسلام کے مقابلہ میں روحانیت پیش کرو۔ تو کچھ نہیں۔ نکتہ چینی کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں ہو سکتی۔ وہ شخص بڑا بدنصیب اور نادان ہے جو بغیر اس کے کہ منزل پر پہونچا ہو دوسروں پر نکتہ چینی کرنے لگے۔ ایک بچہ جو اقلیدس کے اصولوں سے ناواقف ہے اور ان نتائج سے بے خبر ہے جو اس کی اشکال سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ان ٹیڑھی لکیروں کو دیکھ کر کب خوش ہو سکتا ہے۔ وہ تو اعتراض کریگا۔ لیکن عقلمندوں کے نزدیک اس اعتراض کی کیا وقعت اور حقیقت ہو سکتی ہے۔ ایسا ہی حال ان آریوں کا ہے۔ وہ اعتراض کرتے ہیں مگر خود حق اور حقیقت سے بے خبر اور محروم ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کی قدرتوں سے آگاہ نہیں۔ اور اس کی طاقتوں کا انہیں علم نہیں۔ اور نہ ہی انہیں وہ حواس ملے ہیں جو وہ اسی عالم میں بہشتی نظارہ کو دیکھ سکیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی قدرتوں کے نمونے مشاہدہ کریں۔ ایسے مذہب کی بنیاد بالکل ریت پر ہے۔ وہ ابھی نہیں اور کل بھی نہیں۔ یہ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کسی نابینا مذہب کی تائید نہیں کرتا۔ اور کوئی نصرت اسے نہیں دی جاتی۔ اسلام کی سچائی کی یہی بڑی زبردست دلیل ہے۔ کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالےٰ اس کی نصرت فرماتا ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ تا میں اس کی تازہ بتازہ نصرتوں کا ثبوت دوں۔ چنانچہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جس نے خدا تعالےٰ کے نشانات نہ دیکھے ہوں؟ (بے شک ایڈیٹر) اس کے بالمقابل ہمیں کوئی بتائے کہ وید کیا لایا؟ وہ تو بالکل ادھورا ہے۔ دوسرے لوگوں کو تو خواب بھی آ جاتی ہے۔ مگر وید والوں کے نزدیک خواب بھی بے حقیقت چیز ہے اور وہ بھی نہیں آ سکتی۔ جبکہ وہ دروازہ جو اللہ تعالےٰ کی طرف جانے کے لئے یقینی دروازہ ہی بند ہے۔ تو اور وسائل خدا رسی کے کیا ہو سکتے ہیں؟ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ جہاں تک میں نے اس فرقہ کے حالات دیکھے ہیں ان میں شوخیوں کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ یا بعض ایسے لوگ اس میں داخل ہوتے ہیں کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ مذہب کی اصل غرض کیا ہے؟

غرض اسلام ایک ایسا پاک مذہب ہے جو ساری نیکیوں کا حقیقی سرچشمہ اور منبع ہے۔ اس لئے کہ نیکیوں کی جڑھ ہے اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان۔ اور وہ بدوں اس کے پیدا نہیں ہوتا کہ خدا تعالےٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کے عجائبات اور نشانات تازہ بتازہ دیکھتا رہے اور یہ بجز اسلام کے کسی دوسرے کو حاصل نہیں اگر ہے تو کوئی پیش کرے؟

علاوہ بریں اسلام کی یہ بھی ایک خوبی ہے کہ بعض فطرتی نیکیاں جو انسان کرتا ہے یہ ان پر ازدیاد کرتا اور انہیں کامل کرتا ہے۔ اس لئے ہی ھدًی للمتقین فرمایا۔ ھدًی للمتقین یا للکافرین نہیں کہا۔

عرصہ کی بات ہے ایک برہمو اگنی ہوتری سے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ تو ہم بھی کہتے ہیں۔ تم محمد رسول اللہ کیوں کہتے ہو؟ ہم نے کہا تھا۔ کہ اس کا فائدہ کیا ہے کہ انسان دہریہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اب وہ کھلا دہریہ ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پورا ایمان ہوتا تو کیوں دہریہ بنتا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف ایسی کامل اور جامع کتاب ہے کہ کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیا وید میں کوئی ایسی سرتی ہے جو ھدًی للمتقین کا مقابلہ کرے؟ اگر زبانی اقرار کوئی چیز ہے یعنے اس کے ثمرات اور نتائج کی حاجت نہیں تو پھر تو ساری دنیا کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالےٰ کا اقرار کرتی ہے اور بھگتی عبادت۔ صدقہ خیرات کو بھی اچھا سمجھتی ہے اور کسی نہ کسی صورت میں ان باتوں پر عمل بھی کرتی ہے۔ پھر ویدوں نے آ کر دنیا کو کیا بخشا؟ یا تو یہ ثابت کرو کہ جو قومیں وید کو نہیں مانتی ہیں ان میں نیکیاں بالکل مفقود ہیں۔ اور یا کوئی امتیازی نشان بتاؤ؟

قرآن شریف کو جہاں سے شروع کیا ہے ان ترقیوں کا وعدہ کر لیا ہے جو بالطبع روح تقاضا کرتی ہے۔ چنانچہ سورۃ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم کی تعلیم کی۔ اور فرمایا کہ تم یہ دعا کرو کہ اے اللہ ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت فرما۔ وہ صراط مستقیم جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرے انعام و اکرام ہوئے اس دعا کے ساتھ ہی سورۃ البقرہ کی پہلی ہی آیت میں بشارت دیدی ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین۔ گویا روحیں دعا کرتی ہیں اور ساتھ ہی قبولیت اپنا اثر دکھاتی ہے اور وہ وعدہ دعا کی قبولیت کا قرآن مجید کے نزول کی صورت میں پورا ہوتا ہے۔ ایک طرف دعا ہے اور دوسری طرف اس کا نتیجہ موجود ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا فضل اور کرم ہے جو اس نے فرمایا مگر افسوس دنیا اس سے بے خبر اور غافل ہے۔ اور اس سے دور رہ کر ہلاک ہو رہی ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے جو ابتدائی قرآن مجید میں متقیوں کے صفات بیان فرمائے ہیں۔ ان کو معمولی صفات میں رکھا ہے۔ لیکن جب انسان قرآن مجید پر ایمان لا کر اسے اپنی ہدایت کے لئے دستور العمل بناتا ہے تو وہ ہدایت کے ان اعلےٰ مدارج اور مراتب کو پا لیتا ہے جو ھدًی للمتقین میں مقصود رکھے ہیں۔ قرآن شریف کی اس علت غائی کے تصور سے ایسی لذت اور سرور آتا ہے کہ الفاظ میں ہم اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس سے خدا تعالےٰ کے خاص فضل اور قرآن مجید کے کمال کا پتہ لگتا ہے۔

پھر متقی کی ایک اور علامت بیان فرمائی ومما رزقناھم ینفقون۔ یعنے جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ ابتدائی حالت ہوتی ہے۔ اور اس میں سب کے سب شریک ہیں۔ کیونکہ عام طور پر یہ فطرت انسانی کا ایک تقاضا ہے۔ کہ اگر کوئی سائل اس کے پاس آ جاوے تو کچھ نہ کچھ اسے ضرور دیدیتا ہے۔ گھر میں دس روٹیاں موجود ہوں اور کسی سائل نے آ کر صدا کی تو ایک روٹی اس کو بھی دیدے گا یہ امر زیر ہدایت نہیں ہے۔ (باقی دیکھو صفحہ ۱۰ کالم ۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

(۱)

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
مخدومی مکرمی اخویم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ بلاشبہ کلام الٰہی سے محبت رکھنا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سے عشق پیدا ہونا اہل اللہ کے ساتھ حبِ صافی کا تعلق حاصل ہونا یہ ایک ایسی بزرگ نعمت ہے جو خدا تعالےٰ کے خاص اور مخلص بندوں سے ملتی ہے۔ اور دراصل بڑی بڑی ترقیات کی یہی بنیاد ہے۔ اور یہی ایک تخم ہے جس سے بڑا ایک درخت یقین اور معرفت اور قوتِ ایمانی کا پیدا ہوتا ہے۔ اور محبت ذرّیت اللہ جل شانہٗ کا پھل اس کو لگتا ہے۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو یہ نعمت جو راس الخیرات ہے عطا فرمائی ہے۔ پھر بعد اس کے جو کسل اور قصور بجا آوری اعمالِ حسنہ میں ہو وہ بھی انشاء اللہ تعالےٰ ہر ان صفات عظیمہ کے جذبہ سے دور ہو جائیگا۔

آپ کی ملاقات کا بہت شوق ہے۔ جیسے آپ نے اخلاص بطور خارق عادت اس زمانہ کی ترقی کی ہے۔ ویسا ہی یہ جوشش حبّ اللہ کا آپ کے لئے اور آپ کے ساتھ بڑھتا گیا۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ نے نہ چاہا کہ اس درجہ اخلاص میں آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک ہو اس لئے اکثر لوگوں کے دلوں پر جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے قبض وارد کی اور آپ کے دل کو کھول دیا۔ فھذا فضل اللہ ونعمتہٗ یعطی من یشاء ویقبض من یشاء۔

حامد علی سخت بیمار ہو گیا تھا۔ خدا تعالےٰ نے اسکو دوبارہ زندگی بخشی ہے۔ جس وقت آپ تشریف لاویں اگر حکیم فضل الدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب بھی ساتھ تشریف لے آویں تو بہت خوب ہوگا۔ ان مخدوم اپنی خیریت سے ان دونوں صاحبوں کو اطلاع دیں۔ کیونکہ گاہ گاہ ملاقات کا ہونا ضروری ہے۔ زندگی بے اعتبار ہے زیادہ خیریت ہے۔ والسلام

(خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۹ جولائی ۱۸۸۸ء)

(۲)

مخدومی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی استفسار کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ اصل علاج حزن کا ترقی معرفت۔ اللہ جل شانہٗ کا یہی قانون قدرت ہے۔ کہ عسر و یسر دونوں تبادل وار ہوتے رہتے ہیں۔ سو یسر تو خود موافق خواہش نفس انسان ہے۔ لیکن عسر بھی بحالت موافقت باللہ وانشراح قلب و رضاء بقضاء و محبت ذاتیہ بہ رنگ مولیٰ یسر بھی دکھا دیتا ہے۔ پائے در زنجیر دوستاں کی کیفیت سرور سے وہ شخص باسانی سمجھتا ہے۔ جو کسی ایک آدھ جرعہ محبت سے کسی قدر تمستی حاصل کرتا ہے۔ غرض ہمیشہ خوش رہنے کے لئے اختیار نامرادی جیسی کوئی بھی چیز نہیں جب انسان ایک ذات کامل کو اختیار کر کے اپنے دل میں ترک مرادات کا اصول قائم کر لیتا ہے تو عجیب راحتیں پاتا ہے۔ بشرطیکہ اس اصول کے اختیار کرنے میں خود ناقص نہ ہو۔ سو یہی حقیقت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کی ہے۔ استقامت یہی ہے۔ کہ کسی ظاہری یا باطنی جنبش دہندہ سے اپنی موافقت بالمولیٰ میں ذرا جنبش نہ آوے۔ خدا تعالےٰ ہم کو اور آپ کو یہ استقامت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔

۱۳ر فروری ۱۸۸۸ء

(۳)

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ تعالےٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دنیا جائے تردد و حزن و مصیبت و غم ہے نہ ایک کے لئے بلکہ سب کے لئے جس کے ابتداء میں طفلی و بیچارگی اور آخر میں پیرانہ سالی و شیخوخیت (اگر عمر طبعی تک نہ پہنچی) اور سب سے آخر موت (تا نگ بر آمد فلاں نہ ماند) اس میں پوری پوری خوشی و راحت کا طلب کرنا غلطی ہے رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ کہ میں نے اپنے لئے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے۔ کہ اصل حصہ دنیا میں میرے لئے غم و مصیبت ہے۔ اور اگر کبھی خوشی پہنچ جائے تو یہ ایک زائد امر ہے جس کو میں اپنا حق نہیں سمجھتی۔ تو مومن کو مرد میدان بنکر اس دار فانی سے تلخیاں اور ترشیاں سب اٹھانی چاہئیں۔ ہمارا وجود اپنا اور اماموں سے کچھ انوکھا نہیں۔ بلکہ اصل بات تو یہ ہے۔ کہ لذت حالش و شوق و راحت طلب الٰہی میں تب ہی محسوس ہوتی ہے۔ کہ جب حضرت ایوب کی طرح ممتحن و صابر ہو کر یہ کہیں۔ کہ میں ننگا آیا اور ننگا ہی جاؤنگا۔

مفلس شدیم دست از برایہ فشاندیم
در خبیث شیطان از مفلساں چہ خواہد

فقروا الی اللہ کو تو الہ من کان اللہ لہ والسلام علیٰ من اتبع الہدےٰ (تاریخ ندارد)

سید محمد عسکری کے نام

میری زندگی صرف احیاء دین کے لئے ہے۔ اور میرا اصول دنیا کی بابت یہی ہے۔ کہ جب تک اس سے بکلی منہ نہ پھیرلیں ایمان کا بچاؤ نہیں۔ راحت و رنج گزرنے والی چیزیں ہیں۔ اگر ہم دنیا کے چند دم مصیبت اور رنج میں کاٹیں گے تو اس کے عوض جاودانی میں راحت پائیں گے۔ بہشت انہی کی وراثت ہے۔ جو دنیا کے دوزخ کو اپنے لئے قبول کرتے ہیں۔ اور لذت عیش و عشرت دنیوی کے لئے مرے نہیں جاتے۔ دنیا کیا حقیقت رکھتی ہے۔ اور اس کے رنج و راحت کیا چیزیں ہیں۔ جس کو آخری خوشحالی کی خواہش ہے اس کے لئے بہتر ہے۔ کہ تکالیف دنیوی کو بانشراح صدر اٹھائے اور اس ناپاک گھر کی عزت اور ذلت کو کچھ چیز نہ سمجھے۔ یہ دنیا بڑا دھوکہ دینے والا مقام ہے۔ جس کو آخرت پر ایمان ہے۔ وہ کبھی اس غم سے نگیں اور نہ اس کی خوشی سے خوش ہوتا۔ والسلام

۱۷ر فروری ۱۸۸۷ء

مولوی احمد الدین کے نام

از عائذ باللہ الصمد احمد۔ بخدمت اخویم مولوی احمد الدین صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عنایت نامہ المخلص رسید و امنح یاد کہ فتح یارب رحمت الٰہی بیک طریقہ نیست کسے را بر درہ و نماز می کشند و دیگرے را بصدقہ و خیرات ماپیلے دیگر راہ می دہند عرض و سائل قبولیت بحضرت احدیت مختلف افتادہ اند و ایں کار رو درست لذت و کشائش می باندو ہمیں سیرت را از دیگر کساں نیز دوست می دارد و میخواہد کہ زاہدان کوتہ بین بدانق خود سروکار می دارند و از غرقیال ضلالت و معصیت بکلی دست کشیدہ اند ہیچو انبیاؑ بہ تعلیم عباد اللہ مشغول شدند و از بہر اعلاء کلمۂ اسلام جان و مال و عزت و آسائش را ندا کنند کہ در حالت موجودہ زمانہ ہمیں اعظم عبادات است بفکر خود مبتلا ماندن و از کو برادر خود بکلی او قافتن نامرادی و نااہلی است۔ پس مذہب ما ہمیں است کہ ذرہ یا فتہ دیم بہ بہ جاخوردیم و خورسندیم و ہر کہ براہ ما قدم زدن اشتیاقی دارد بر و مخفی نماند کہ ما را ہمیں خدمت سپردہ اند کہ با مخالفین دین متین مناظرہ و مجادلہ کنیم و بدیشاں حجت الٰہی با تمام رسانیم و کسے کہ چنیں طبیلنے ندارد دلوزاہدے باشد یا عابدی یا گوشہ نشینی یا چلہ کشی او با ما سیلنے ندارد و از ما نیست و کل بحزب بما لدیہم فرحون من ینصر اللہ ینصرہ۔

۲۶ر دسمبر ۱۸۸۷ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پرانے خدام میں

کپورتھلہ کا سفر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پرانے خدام کی خصوصیت سے دلجوئی اور قدر فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ شفقت ومحبت کے ایسے برتاؤ کرتے کہ ان کی یاد آج دلوں کو تڑپا جاتی ہے۔ نمائش اور تکلفات سے آپ ہمیشہ آزاد تھے۔ اس نمبر میں خصوصیت سے اس عنوان کے تحت میں جماعت احمدیہ کپورتھلہ کا ذکر کرتا ہوں اور بعض وہ واقعات بیان دیتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر کپورتھلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس جماعت مخلصین میں سے دو بزرگ حضرت اخویم محمد خان صاحب اور حضرت منشی محمد اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہما اپنے محبوب سے جا ملے ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا تھا۔ کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے ساتھ ہونگے"۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہیں۔

مجی مخدومی حضرت منشی ظفر احمد صاحب اس بزم محبوب کی ایک دلربا یادگار ہیں۔ وہ اکثر بیمار رہتے ہیں میں خصوصیت سے احباب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ ان کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعا کرتے رہیں۔ ایسا ہی مجی مخدومی منشی حبیب الرحمان صاحب پیارے آقا کے فدائیوں میں سے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر ہمہ درد اور اضطراب ہوجاتے ہیں۔ ان کے لئے بھی درخواست دعا ہے۔

غرض ان دوستوں کے درخواست کرنے پر آپ نے پھر کپورتھلہ کا سفر کیا۔ ایک زمانہ میں آپ کو افسر صیغہ تعلیم کی خدمات پر بھی بلانا چاہا تھا۔ یہ آپ کی ماموریت سے بہت پہلے کی بات ہے۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔

لیکن جب خدا تعالیٰ نے آپ کو مامور فرمایا اور بنی نوع انسان کی ہدایت کا کام آپ کے سپرد کیا تو کپورتھلہ کے چند نفوس نے (جو ریاست میں اپنے عہدوں کے لحاظ سے کوئی عظیم مرتبہ اور وجاہت نہ رکھتے تھے) اپنے محبت واخلاص سے اپنے آقا کو دعوت دی۔ تو اپنے غلاموں کی دعوت پر یہ عظیم الشان انسان جو ایک وقت ریاست کی ملازمت پر بھی جانے سے انکار کر چکا تھا تیار ہو گیا۔

اور نہایت سادگی اور بے تکلفی سے اپنے خدام کے بلانے پر روانہ ہو گیا۔ اس کا مختصر تذکرہ احباب کپورتھلہ نے جو کیا ہے۔ وہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(عرفانی)

فرمایا۔ پہلی مرتبہ جب حضرت اقدس کپورتھلہ میں تشریف لائے تو جو دن آپ کے آنے کا مقرر تھا اس دن تمام سامان مہیا کرنے کے علاوہ آپ کے استقبال کے واسطے سٹیشن پر اور راستہ میں آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ اس دن آپ کسی وجہ سے نہ آ سکے بلکہ دو دن بعد اچانک تشریف لائے۔ اور ایک مسجد میں آکر ٹھیرے۔ ساتھ صرف ایک خادم شیخ حامد علی تھے۔ مسجد کی چٹائی پر بے تکلف بیٹھے رہے۔ اور بازار سے دودھ روٹی منگا کر کھا لیا۔ جب ہم کو خبر ملی تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کو اپنے مکان پر لے آئے۔ جہاں بہت بڑا مجمع جمع ہو گیا۔ جب ہم آپ کو جشن ہال دکھانے کے واسطے لے گئے تو وہاں مہاراجہ صاحب اور انگریز مرد اور عورتیں کھیلنے میں مصروف تھیں۔ اور کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ جب مہاراجہ صاحب کو حضرت صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ کہ

مرزا صاحب آجائیں

چنانچہ آپ گئے اور ایک طرف کھڑے رہے۔ اور کسی چیز کی طرف چنداں توجہ نہ کی۔ مہاراجہ صاحب نے دور سے حضرت کو دیکھ کر اپنا وزیر بھیجا۔ کہ آپ سے ملاقات کرے۔ مگر آپ پر ایسی حالت استغراق طاری تھی۔ کہ وزیر نے تین دفعہ سلام کیا۔ مگر آپ اسی حالت میں محو رہے۔ اور اس کی طرف توجہ نہ ہوئی۔

یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی بے نفسی۔ سادگی اور بے تکلفی اور اپنے خدام کی ہمدردی اور محبت کی شان کو جہاں ظاہر کرتا ہے۔ وہاں آپ کے قلب کی اس کیفیت کا بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ جس میں دنیا اور دنیا کے جاہ وجلال اور فضول اور لغو باتوں کے لئے کوئی جذب باقی نہ رکھا گیا تھا۔ بادشاہوں کی عالیشان عمارتیں ان کے ساز وسامان اپنی طرف آپ کی توجہ کو نہ کھینچ اور نہ دربار شاہی کے اعلیٰ ارکان اپنی طرف متوجہ کر سکتے تھے۔

آں کس کہ بتو رسد شہاں را چہ کند

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلبی کیفیت کا یہ شعر کس قدر اظہار کرتا ہے۔ جو آپ نے فرمایا ہے

سخن نزدم مرا از شہریارے
کہ ہستم بر درے امید وارے

آپ اپنے احباب میں بیٹھ کر خوش تھے۔ اور مسجد کا بوریا دربار سلطانی کے مخملی اور قالین فرش سے زیادہ پیارا اور خوش آئند تھا۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ہم جالندھر میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ قریب ایک ماہ کے وہاں ٹھیرے۔ وہ شہر ایسا سخت دل اور لا مذہب کہ وہاں کے رہنے سے تنگ آ گئے۔ سب رفتہ رفتہ چلے گئے

ایک دن ہم نے بھی ارادہ کیا کہ اجازت چاہیں۔ اسی خیال میں تھے۔ کہ حضرت اندر سے تشریف لائے۔ اور فرمانے لگے اکثر لوگ چلے گئے۔ اب آپ ہی رہ گئے ہیں۔ پنجابی میں مثل مشہور ہے

نواں نو دن پرانا سو دن

یعنی نیا دوست نو دن رہتا ہے۔ اور پرانا سو دن رہتا ہے۔ اس بات کو سن کر ہم خاموش ہو گئے۔ اور رخصت لینے کے ارادہ کو چھوڑ دیا۔

ایسا ہی وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ہم حضرت کے ساتھ ایک باغ میں گئے جہاں گلاب کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ اور نہایت خوشبو دے رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا۔

کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے

کہتا ایک خاردار بوٹا ہوتا ہے۔ جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی۔

حضرت منشی محمد اروڑے خان صاحب اپنی اسی محبت کا ذکر کرتے ہوئے جو ان کو حضرت سے ساتھ تھی۔ اور ان مہربانیوں اور شفقتوں کی یاد میں جو حضرت ان پر اور احباب کپورتھلہ پر فرمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ چشم پر آب ہو جایا کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی رلا دیا کرتے تھے کہ میں نے کبھی کوئی چیز اپنے پاس نہیں رہنے دی۔ اپنی ضروریات کو بہت تنگ کر کے جو کچھ بھی ہو حضرت کی خدمت میں پہنچاتا۔ ہر ایک عمدہ شے جو مجھے ملتی اور میری قدرت میں ہوتی آپ کے واسطے حاضر کرتا۔ آپ کی جدائی کا مجھے صدمہ ہے۔ پر شکر ہے کہ میرے پاس اب کوئی شے یا روپیہ ایسا نہیں جس کو دیکھ کر میں یہ حسرت کر سکوں کہ میں نے حضرت کو کیوں نہ دیا۔ میں نے کوڑی اپنے پاس نہ رکھی۔ جب کبھی میں جاتا اور آپ کو اطلاع ہوتی تو فوراً مجھے بلا لیتے یا خود باہر تشریف لاتے میں صرف آپ کے دیدار کا عاشق تھا۔ مجھے اب موت کا بھی ڈر نہیں رہا (منشی صاحب کی زندگی کا بیان ہے عرفانی) مجھے موت کے خیال سے خوشی ہے۔ کہ جب مروں گا۔ تو حضرت سے ملاقات ہو جائے گی میں نے کبھی حضرت کی خدمت میں اپنے لئے کسی امر کے واسطے دعا کے لئے نہ کہا۔ آپ کے طفیل خود ہی خدا سے دعا مانگتا اور خدا میری امید بر لاتا ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ کہ وہ عیش وآرام میں پڑا ہوا ہے۔ فرمایا اس عیش وآرام کا انجام اچھا نہیں۔ دیکھو ہوا جب تھوڑی تھوڑی چلتی ہے تو کیسی اچھی لگتی ہے۔ مگر جب تیز ہو کر آندھی اور طوفان کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ تو پھر کیسا نقصان پہنچاتا ہے

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضروری دیا کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام غیروں کی نظروں میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد آپ کے متعلق غیر مذاہب کے لیڈروں اور اخبارات نے جن رائوں کا اظہار کیا ہے اس سے بھی آپ کے مقام بلند کا پتہ لگتا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا ہے کہ بعض اخبارات کے خلاصہ اس نمبر میں دیدوں۔

(عرفانی)

(۱)

مرزا غلام احمدؐ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲-۲۴ سال کی ہوگی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ:-

جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے

کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مکالمہ میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ ۱۸۷۷ء ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر مستغرق تھے۔ کہ مہمانوں سے بہت ہی کم گفتگو کرتے تھے۔

(مولوی سراج الدین صاحب والد مولوی ظفر علی خان صاحب زمیندار)

(۲)

دیو سماج کے بانی اور پریسیڈنٹ اور ہم کئی ایک ان کے پیروؤں نے جوان دنوں اس مقام میں ہیں جناب مرزا صاحب غلام احمدؐ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی وفات کی خبر کو نہایت افسوس کے ساتھ سُنا ہے۔ ہمیں جہاں تک ان کی خوبیوں سے اور خصوصیتوں کو اور طرح سے جاننے کا موقع ملا ہے ان کے لحاظ سے ہم لوگ انہیں تعظیم کا مستحق خیال کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے۔ سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔

مرزا صاحب اپنے خاص عقائد اور ارادے کے پکے تھے۔ اس لئے انہیں اپنی راہ میں بہت سخت مخالفتیں اور بدنامیاں سہنی پڑیں۔ ہم لوگوں نے نہایت دلی دکھ کے ساتھ معلوم کیا ہے۔ کہ ان کی وفات جیسے بہت افسوسناک اہم اور رنجیدہ موقعہ پر بھی ان کے کثرت سے مخالف اپنی نہایت ادنیٰ اور خراب خلق کا اظہار کرنے سے نہ رُکے۔

(سکرٹری دیو سماج زجیون تتم)

(۳)

مرزا صاحب کا وجود ان کے تین چار لاکھ مریدوں کے لئے نہایت مبارک تھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے مریدوں کی زندگی پر بہت غیر معمولی اثر ڈالا۔ اگرچہ ہم مرزا صاحب مرحوم کی تمام مذہبی تعلیم اور خیالات سے کلی اتفاق نہیں رکھتے۔ اور نہ ان کے دعووں کو درست سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ کیا بلحاظ لیاقت اور کیا بلحاظ اخلاق و شرافت ایک بہت بڑے پایہ کے انسان تھے۔ ان کے بہت سے مریدوں سے ہمارا تعارف ہے۔ اور ہم ان کی زندگی میں مرزا صاحب کی زندگانی کا اثر صاف طور سے دیکھتے ہیں۔ ہم ان کی وفات کو ایک قومی نقصان خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے لکھوکھا مریدوں۔ دوستوں۔ رشتہ داروں اور مداحوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ (برھمہ پرچارک)

(۴)

مرزا صاحب کی وہ اعلیٰ خدمات جو انہوں نے آریاؤں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں۔ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ مرزا صاحب نے مناظرے کا بالکل رنگ بدل دیا تھا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کی یہ مجال نہ تھی۔ کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر کتابیں آریاؤں اور عیسائیوں کے مذہب کے رد میں لکھی ہیں۔ اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے ہیں۔ آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو کہیں نہیں دیکھا۔ سوائے اس کے کہ آریہ نہایت بد تہذیبی سے ان کے پیشوایان اسلام یا اصول اسلام کو گالیاں دیں اور کوئی معقول جواب نہ اب تک دیا اور نہ دے سکتے ہیں۔

اگرچہ مرحوم پنجابی تھے۔ مگر ان کے قلم میں اس قدر قوت تھی۔ کہ آج سارے پنجاب میں بلکہ بلندیٔ ہند میں اس قوت کا لکھنے والا نہ تھا۔ ایک پُر جذبہ اور قوی الفاظ کا انبار ان کے دماغ میں بھرا ہوا تھا۔ اور جب وہ لکھنے بیٹھتے تھے۔ تو بجے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔

اگرچہ مرحوم کے اردو علم ادب میں بعض بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے تو بھی ان کا پُر زور لٹریچر اپنی شان میں نرالا ہے اور واقعی ان کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور اردو علم ادب میں ترقی کرتے کرتے یہاں تک نوبت پہونچی کہ سوائے خال خال مقام کے ان کا اردو لٹریچر ستھرا اور پاک ہو گیا ہے۔

مرحوم نے اگرچہ باقاعدہ تعلیم عربی ادب میں اور صرف و نحو کی کہیں حاصل نہیں کی۔ تو بھی اپنی خداداد ذہانت اور طبیعت کی جودت سے اتنی قابلیت عربی میں پیدا کر لی۔ کہ وہ بے تکلف عربی لکھ سکتے تھے۔ اور عربی بولنے میں ان کو ذرا تامل نہیں ہوتا تھا۔

مرزا صاحب نے جو نمایاں ترقی اپنے قوت بازو سے حاصل کی اس کی نظیر ہندوستان میں بہت کم ملے گی۔ ان کے مریدوں میں عامی اور جاہل ہی لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ قابل اور لائق گریجوایٹ یعنی بی۔ اے۔ ایم۔ اے اور بڑے بڑے فاضل مولوی بھی ہیں۔ موجودہ زمانہ کے ایک مذہبی پیشوا کے لئے یہ کچھ کم باعث فخر نہیں ہے۔ کہ قدیم و جدید تعلیمیافتہ ان کے مرید بن جاویں۔

مرزا صاحب ترقی کے انتہائی عروج پر پہنچ گئے تھے۔ اپنے ارادے کے پورے اور مستقل مزاج تھے۔ مرزا صاحب کا ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تعلیمیافتہ مریدوں تک کچھ ایسا اثر تھا۔ کہ ان کی ہر حرکت ہر لفظ اور ان کے ہر دعوے پر آمنا و صدقنا کی صدائیں ان کے مریدوں میں بلند ہوتی تھیں۔ ان ہی آوازوں سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ مرحوم کو اپنی بندگی میں خدا کی طرف سے کتنی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

(یونین گزٹ)

(۵)

یہ بات ہر طرح ثابت ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنی عادات میں سادہ اور فیاضانہ جذبات رکھتے تھے۔ ان کی اخلاقی وجرأت جو انہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے سخت مخالفت اور ایذا رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً قابل تحسین ہے۔ صرف ایک مقناطیسی جذب اور نہایت خوشگوار اخلاق رکھنے والا شخص ہے۔ ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کر سکتا تھا۔ جن میں سے کم سے کم دو نے افغانستان میں اپنے عقائد کی وجہ سے جان دیدی (اب افغانستان میں تین اور مصر میں ایک اور شہید ہو چکے ہیں عرفانی) مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔ میں نے بعض پرانے احمدیوں سے ان کے احمدی ہونیکی وجہ دریافت کی تو اکثر نے سب سے بڑی مرزا صاحب کے ذاتی اثر اور ان کے جذبات اور کھینچ لینے والی شخصیت کو پیش کیا۔

(پادری والٹر ایم۔ اے۔ سکرٹری وائی۔ ایم۔ سی۔ اے)

یاد حبیب کو تازہ رکھنے کے لئے اسکے کلام و حالات پڑھو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی

یاد حبیب کو تازہ رکھنے کے لئے اور کونوا مع الصادقین کے ارشاد پر عمل کر کے اس کے روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے ایک عجیب نسخہ یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی پڑھو۔ ان حالات زندگی سے معلوم ہوگا۔ کہ آپ کس خاندان میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کی ابتدائی تعلیم تربیت کن حالات میں ہوئی۔ اور آپ کے مشاغل زندگی کیا تھے۔ خدا تعالیٰ سے اور اس کی مخلوق سے ان ایام میں تعلقات کس قسم کے تھے۔ آپ کی سوانح عمری کے دو حصے اس قسم کے مضامین پر مشتمل شائع ہو چکے ہیں۔ اور حیات النبی کے نام سے موسوم ہیں۔ قیمت فی جلد دو روپیہ آٹھ آنہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شمائل و اخلاق

سوانح زندگی کے ساتھ جو چیز خدا تعالےٰ کے ماموروں کے ذریعہ حیرت انگیز تبدیلی انسانی قلوب میں کرتی ہے۔ وہ ان کے اخلاقی معجزات ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ دنیا کے لئے نمونہ ہو کر آتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت اور آپ کے کریکٹر کی اعلیٰ شان کا علم حاصل کریں تو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پرانی تحریریں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تحریریں جو آپ نے اپنی بعثت سے پہلے لکھی تھیں۔ جمع کی جا رہی ہیں۔ ان میں ایک حصہ پہلے شائع ہوا اور باقی حصص اب انشاء اللہ یکے بعد دیگرے شائع ہونگے۔ ان تحریروں میں بعض نہایت عجیب و غریب اور قیمتی جواہرات ہیں۔ جن کو دنیا اب کسی قیمت پر بھی پیدا نہیں کر سکتی۔ مگر ایڈیٹر الحکم اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہے۔ کہ

اس کے گھر میں یہ دولت موجود ہے

مگر اس نے یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ یہ دنیا کا حق ہے۔ اس کو دیدیا جائے۔ اس لئے جلد سے جلد شائع کرنے کی انشاء اللہ کوشش کی جائے گی مگر اس کی اشاعت جماعت کے حوصلہ پر موقوف ہے۔ جب تک کم از کم ایک ایک ہزار درخواست نہ ہو میں شائع نہیں کرونگا۔ انہیں جواہرات میں سے

ایک قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ ہے

اور ایک پادری مورلیسن اور سراج الدین عیسائی کی خط و کتابت پر محاکمہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ ہو گی۔ احباب درخواستیں بھیجیں۔

سیرت مسیح موعود علیہ السلام

کا پڑھنا ضروری ہے۔ جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ یہ شمائل و اخلاق کی جلد کا پہلا حصہ ہے جس میں حضرت کے شمائل و عادات و معمولات آپ کے فلسفۃ الاخلاق کا امتیاز اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا بیان واقعات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دوستوں کو ارمغان دینے کے قابل ہے اور سعادتمند اور شریف الطبع تعلیم یافتہ جماعت کے افراد میں تبلیغ کا خدا چاہے تو بہترین ذریعہ ہو سکتی ہے۔ قیمت عہ اسکا دوسرا حصہ بھی شائع ہو گیا ہے قیمت عہ

ملنے کا پتہ۔ منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان (پنجاب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے۔

پہلے نمبر میں:- حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

دوسرے نمبر میں:- حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

تیسرے نمبر میں:- حضرت چوہدری رستم علی صاحب رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

چوتھے نمبر میں:- حضرت نواب محمد علی خاں صاحب سلمہ اللہ کے نام مکتوب ہیں۔

اس سلسلہ کے ہر ایک نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جائے گی۔ تو قیمت نصف کر دیجائیگی۔

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ و بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لیکر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج اور زوال کا پتہ لگے گا۔ کہ قعر مذلت سے نکل کر بام رفعت تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں، اس کا جواب ہوگا۔ ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔

مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہئے۔ قیمت فی جلد دو روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

بہت تھوڑی جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ احباب جلد منگوا لیں

ملنے کا پتہ۔ منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان (پنجاب)